مواعظِ اختر

نمبر ۵۲

حق تعالیٰ کے محبوب بندے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ

hazratmeersahib.com

مواعظِ اختر
نمبر ۵۲

حق تعالیٰ کے محبوب بندے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی
www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: حق تعالیٰ کے محبوب بندے

نامِ واعظ: محی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج المِلّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ: اتوار، ۱۹ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۸ء بعد نماز فجر

مقام: مسجد اشرف گلشن اقبال کراچی

موضوع: مجاہدہ کی تین قسمیں اور اللہ کا محبوب بندہ بننے کا طریقہ

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارۃ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات صفحہ نمبر

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان............ ۷
مجاہدہ کی تین تفاسیر............ ۹
مجاہدہ کی پہلی تفسیر............ ۹
مجاہدہ کی دوسری تفسیر............ ۱۰
مجاہدہ کی تیسری تفسیر............ ۱۰
وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ کی تفسیر............ ۱۱
مخلوق سے ڈرنا ایمان کی کمزوری کی علامت ہے............ ۱۲
استدراج اور اس کی علامت............ ۱۳
اللہ کا محبوب بندہ بنانے والی پانچ صفات............ ۱۴
اللہ کا محبوب بندہ بنانے والی پہلی صفت............ ۱۴
اللہ کا محبوب بندہ بنانے والی دوسری صفت............ ۱۶
اللہ کا محبوب بندہ بنانے والی تیسری صفت............ ۱۶
اللہ کا محبوب بندہ بنانے والی چوتھی صفت............ ۱۶
اللہ کا محبوب بندہ بنانے والی پانچویں صفت............ ۱۷
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ کی تفسیر............ ۱۸

متفرق ملفوظات

جو تقویٰ سے رہتا ہے وہ ہمیشہ امن میں ہوتا ہے............ ۲۰

گناہ کی دوعلامات..۲۱

تینوں اطراف سے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا واجب ہے..........................۲۲

ریش بچہ کاٹنا بھی حرام ہے..۲۳

مؤمن کی شان کیا ہونی چاہیے؟..۲۳

گناہوں کا کرنا مشکل اور چھوڑنا نہایت آسان ہے..........................۲۴

مؤمن کی سب سے منحوس گھڑی..۲۵

بدنظری سے دل کا قبلہ بدل جاتا ہے..۲۷

اللہ والوں کا مقام..۲۷

توبہ کا عظیم الشان آسان ترین راستہ۔علمِ عظیم..........................۲۹

صحبتِ شیخ میں نیت کی درستگی..۳۰

محبوب کا لباس بھی محبوب ہوتا ہے..۳۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق تعالیٰ کے محبوب بندے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○

(سورۃ المائدۃ، آیت ۵۴)

اے ایمان والو! جو لوگ مرتد ہوجائیں گے، جن کا سببِ ارتداد بظاہر یہ ہوگا کہ خفیہ خفیہ یہودیوں سے اور نصرانیوں سے دوستی کریں گے۔ دشمن کے دوست کو دوست اور دوست کے دشمن کو دوست مت بناؤ، ورنہ اس کا نتیجہ دیکھ لوگے، اللہ تعالیٰ نے جو منع فرمایا ہے کہ اے ایمان والو، یہودیوں اور نصرانیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اِنَّ مُوَالَاةَ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی مُسْتَدْعِیَةٌ لِلْاِرْتِدَادِ عَنِ الدِّیْنِ))

(تفسیر روح المعانی، تحت سورۃ المائدۃ، ج:۶، ص:۱۶۰)

یہودیوں اور نصرانیوں کو اپنا دوست بنانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کا دل آہستہ آہستہ ایمان سے محروم ہوجائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی مرتد ہوگیا، اسلام سے نکل گیا تو اس کے مقابلہ میں ہم اہلِ محبت کو پیدا کریں گے جن سے اللہ پاک محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ اس کی تفسیر یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو پہلے بیان فرمایا تاکہ یہ بات معلوم ہوجائے

کہ اِنَّھُمۡ یُحِبُّوۡنَ اللہَ بِفَیۡضَانِ مَحَبَّۃِ رَبِّہِمۡ یعنی یہ لوگ جو اللہ سے محبت کر رہے ہیں یہ ان کا ذاتی کمال نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا فیضان ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کر رہے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو پہلے بیان فرمایا یُحِبُّھُمۡ ان سے اللہ محبت کرے گا، وَیُحِبُّوۡنَہٗ اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ تو سوال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو پہلے کیوں بیان کیا؟ مفسرین لکھتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اِنَّھُمۡ یُحِبُّوۡنَ اللہَ بِفَیۡضَانِ مَحَبَّۃِ رَبِّہِمۡ اپنے رب کی محبت کے فیضان کی وجہ سے یہ لوگ اپنے رب سے محبت کر رہے ہیں۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

وہی چاہتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان

آگے ہے اَذِلَّۃٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ چونکہ عربوں کے یہاں یہ لفظ لام کے ساتھ استعمال ہوتا تھا عَلٰی کے ساتھ استعمال نہیں ہوتا تھا کیونکہ عَلٰی آتا ہے بلندی کے لئے، عُلُوِّ شان کے لئے جیسے قرآن پاک میں ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ○﴾

(سورۃ القلم، آیت ۴)

اے نبی! آپ اخلاقِ عظیم پر فائز ہیں۔ تو عَلٰی ہمیشہ کسی کی بلندی ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے لیکن اپنے نفس کو مٹانے کے لیے عربوں میں لام استعمال ہوتا تھا، ذَلَّ یَذُلُّ کا صلہ لام آتا ہے، ذَلَّ زَیۡدٌ لِفُلَانٍ، جیسے کوئی کسی کے سامنے بچھ گیا، تواضع کی، تو کہتے تھے یَذُلُّ لَہٗ فلاں شخص نے فلاں کے لئے اپنے کو فنا کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں عَلٰی استعمال کیا تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ جو اَذِلَّۃٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ہیں یعنی عَاطِفِیۡنَ عَلَیۡہِمۡ مُتَذَلِّلِیۡنَ لَھُمۡ ہیں یعنی اپنے کو مٹا کر

ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں اگر عربی لغت کے مطابق یہ اَذِلَّۃٍ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ہوتا تو اس کا معنی یہ ہوتا کہ یہ لوگ اپنی ذات میں ذلیل ہیں لیکن یہاں پر عَلٰی سے یہ فائدہ ہوا کہ یہ معلوم ہو گیا کہ یہ ذلت ان کی ذاتی نہیں ہے بلکہ یہ متذلل ہیں یعنی مَعَ عُلُوِّ طَبَقَتِهِمْ وَفَضْلِهِمْ یہ اپنی بلندی شان کے باوجود اپنے کو بتکلف مٹاتے ہیں۔

گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

گدا اگر یعنی بھیک مانگنے والا اگر تواضع کرتا ہے تو یہ اس کی بھیک مانگنے کی مجبوری ہے یہ کمال نہیں ہے، کمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انسان کو کسی ہنر سے نوازے اور پھر بھی اس کے اندر اکڑ اور تکبر نہ آئے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یہ اشداء ہیں، غالب ہیں کافروں پر۔ یہ آیت بھی پہلی بات کی تاکید کرتی ہے کہ صحابہ کی ذلت ذاتی نہیں ہے، اگر ذاتی طور پر یہ کمزور اور ذلیل ہوتے تو کافروں پر سخت کہاں سے ہو جاتے؟ ان میں جو یہ غلبہ اور شان ہے تو معلوم ہوا کہ وہ ذلیل نہیں متذلل ہیں، بتکلف اپنے آپ کو مٹاتے ہیں جیسے پچھلی دفعہ واقعہ سنایا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنا کہہ دیا تھا کہ اے بلال! تم کالے ہو، اس کے بعد خیال آیا کہ اسلام نے تو گورا، کالا، قوم، قبیلہ سب کو مٹا دیا ہے، ایک کلمے کی بنیاد پر انسانوں کو جوڑا گیا، اس کے بعد فوراً لیٹ گئے اور فرمایا اے بلال! میرے منہ سے جو بات نکلی، میں اس پر نادم ہوں، تائب ہوں، مستغفر ہوں، میرے جسم پر تم چلو تاکہ یہ خطا معاف ہو جائے۔

کہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان کہ جب انہوں نے کلمہ پڑھا تو حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور خوشی میں فرمایا کہ:

((یَا مُحَمَّدُ! لَقَدِ اسْتَبْشَرَ أَھْلُ السَّمَآءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ))

(سنن ابن ماجۃ، کتاب الایمان وفضائل الصحابۃ والعلم، باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ)

عمر کے اسلام سے آج آسمانوں میں فرشتے خوشیاں منارہے ہیں، جس کے اسلام کی آسمانوں پر خوشیاں منائی جارہی ہوں، وہ بلال حبشی سے کہے کہ میرے جسم پر چل کر مجھے روندو۔

تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں عَلٰی اس لئے آیا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ مَعَ عُلُوِّ طَبَقَتِهِمْ وَفَضْلِهِمْ یہ بڑے اونچے لوگ ہیں، بہت اونچے طبقہ کے ہیں، نہایت اعلیٰ شرف، اعلیٰ فضل کے باوجود اللہ کے لئے اپنے کومٹاتے ہیں۔ جب کوئی کسی پر غالب ہوجاتا تھا تو عرب کے لوگ بولتے تھے عَزَّهٗ اَیْ غَلَبَهٗ اللہ تعالیٰ نے عربوں کے محاورات پر قرآن کو نازل کیا۔ لہٰذا فرمایا کہ صحابہ دشمنوں پر نہایت ہی غالب اور سخت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اور اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ کے بیچ میں عطف کا واؤ نہیں استعمال کیا وَتَرَكَ الْعَطْفَ بَیْنَهُمَا لِلدَّلَالَةِ عَلٰی اِسْتِقْلَالِهِمْ یعنی ان کی دونوں شانیں اپنا مستقل مقام رکھتی ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عطف نہیں فرمایا کیونکہ عطف میں یہ بھی ہوتا ہے کہ مثلاً کباب بھی کھایا اور دال بھی کھائی، تو تھوڑا تھوڑا کھانا ثابت ہوتا ہے۔ تو عطف نہ لگا کر ثابت کردیا کہ صحابہ مومنین کے ساتھ تواضع اور کافروں کے ساتھ شدت دونوں صفتوں سے نہایت کامل درجہ میں متصف ہیں۔

مجاہدہ کی تین تفاسیر

آگے فرماتے ہیں یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ حضرات صحابہ کی شان ایک اور بھی ہے کہ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ یہ یُجَاهِدُوْنَ ان کا حال ہے، یہ اللہ کی راہ میں مجاہدہ بھی کرتے ہیں۔ اب مجاہدہ کی تین تفسیریں ہیں:

مجاہدہ کی پہلی تفسیر

(۱)......یُجَاهِدُوْنَ فِی الْقِتَالِ عَلَی الْکُفَّارِ اللہ کی راہ میں کفار کو قتل کرنے میں

کافروں سے جہاد کرنے میں مجاہدہ کرتے ہیں۔

مجاہدہ کی دوسری تفسیر

(۲)......یُجَاهِدُوْنَ فِیْ کُلِّ مَا یُؤْتُوْنَ مِنَ الْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ، نیک اعمال مثلاً جماعت سے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور اللہ نے جتنے بھی احکام دیئے ہیں ان کو اختیار کرتے ہیں، مجاہدہ کرنے میں سست نہیں ہوتے، جماعت کے لیے فوراً اٹھتے ہیں جیسے شیر اٹھتا ہے، اذان کی آواز سے ان کی نیند ایسے بھاگ جاتی ہے جیسے شیر کے سامنے لومڑی فرار اختیار کرتی ہے، جب اللہ کی عظمت اور محبت سامنے ہوتی ہے تو ساری سستی بھاگ جاتی ہے۔ دیکھو! اگر ابھی معلوم ہو جائے کہ آپ کا ابا جو حج کرنے گیا تھا دو بجے رات کو آ گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا اور سب کو اطلاع ہوگئی کہ تمہارا ابا حج کر کے آ گیا ہے تو سارے بچوں کی نیند غائب ہو جاتی ہے۔ تو اگر کوئی نیک اعمال میں سستی کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کی کمی ہے ورنہ اتنی قوت ہوتی کہ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ بِالْقِتَالِ لوگ اللہ کے لیے کافروں سے جنگ تک کر لیتے ہیں اور جان کی بازی لگانے میں بھی سستی نہیں کرتے۔

مجاہدہ کی تیسری تفسیر

(۳)......یُجَاهِدُوْنَ فِیْ کُلِّ مَا یَذَرُوْنَ مِنَ الْمَعَاصِیْ یعنی گناہوں کو چھوڑنے میں سخت سے سخت تکلیف اور غم کو برداشت کرتے ہیں۔ اس کی مثال اکثر دیتا ہوں کہ جھوٹ بولنے کو جی چاہتا ہے، کسی کی غیبت کرنے کو جی چاہتا ہے مگر اللہ کے خوف سے اپنے کو روک دیتا ہے، چاہے کتنا ہی چٹنی اور کباب جیسا مزہ معلوم ہو۔ بعض لوگوں کو برائی کرنے میں تنقید اور تبصرے میں چٹنی اور کباب کا مزہ آتا ہے،

نعوذ باللہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے اس ظالم اور بے وقوف کو خبر نہیں کہ میری نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں جارہی ہیں، میری محنت کی کمائی مفت میں جارہی ہے۔ مثلاً کوئی شخص کلکتہ میں ہے اور کراچی میں کوئی اس کی غیبت کررہا ہے تو اس کا مال بذریعہ منجنیق کلکتہ جارہا ہے، منجنیق ایک آلہ ہوتا ہے جس میں گولہ رکھ کر پھینکا جاتا ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو غیبت کرتا ہے تو جس کی غیبت کی جارہی ہے اگر وہ لاکھوں میل دور بھی ہے تو یہ غیبت کرنے والا گویا اپنی نیکیوں کو منجنیق کے ذریعہ وہاں پھینک رہا ہے۔

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ کی تفسیر

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ مفسرین لکھتے ہیں لَوْمَةَ واحد ہے لیکن جب نکرہ تحت النفی واقع ہوتا ہے تو فائدہ عموم کا دیتا ہے اور لَوْمَةَ نکرہ ہے اور وَلَا یَخَافُوْنَ کی نفی کے ساتھ ہے لہٰذا مطلب یہ ہے کہ صحابہ دین کے معاملہ میں کسی قسم کی ملامت کا خوف نہیں کرتے۔ بعض علماء نحو نے لکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لَوْمَةَ نازل نہ فرماتے اور لَوْمَ نازل کرتے یعنی جنس کا لفظ نازل فرماتے کہ صحابہ کسی ملامت کرنے والے کی لَوْمَ سے خوف نہیں کرتے تو چونکہ یہ جنس ہے اور عربی میں جنس وہ کلی ہے جو تمام انواع واقسام کو گھیر لیتی ہے تو دنیا کی، ساری کائنات کی ملامتوں کو یہ جملہ گھیر لیتا تو اس میں زیادہ بلاغت پیدا ہوجاتی۔ تو ہمارے علماء نے کہا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ لَوْمَةَ یہاں مَرَّةً وَّاحِدَةً کے معنیٰ میں ہے یعنی ایک ملامت اور چونکہ یہاں مراد اسمِ جنس ہے لہٰذا اس سے مراد لَوْمَ ہی ہے۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ جب یہ مراد ہے تو اللہ تعالیٰ نے لَوْمَةَ کیوں نازل فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معلوم ہوجائے کہ ساری کائنات کی لَوْمَات جو لَوْمَةَ کی جمع ہے، یعنی سارے عالم کی تمام ملامتیں،

تمام اعتراضات ان کے نزدیک اللہ کی محبت کے مقابلہ میں مثل ایک ملامت کے ہیں، جیسے کوئی شخص کہے کہ کروڑوں مچھر میرے لئے ایک مچھر کے برابر ہیں۔ سبحان اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کے کلام کی بلاغت ہے، لَآئِمٍ نکرہ استعمال کیا، مراد اس سے یہ ہے کہ عالم کے جتنے لَوَّام یعنی ملامت کرنے والے اور معترضین ہیں صحابہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے اور سب ملامت کرنے والے ان کے نزدیک بمنزلۂ ایک ملامت کرنے والے کے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو مخلوق کے تبصروں اور تنقید سے متاثر ہوجاتا ہے ابھی اس کا ایمان کامل نہیں ہے ورنہ ساری دنیا کچھ بھی کہتی رہے، وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضئ جانانہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

مخلوق سے ڈرنا ایمان کی کمزوری کی علامت ہے

مخلوق سے ڈرنا، یہ علامت ہے ایمان کی کمزوری کی اور اس مسئلے کو بہت بہترین طریقہ سے علامہ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں حل کردیا کہ ایک اونٹ جا رہا تھا، اس کی پیٹھ پر نقارہ بجتا تھا یعنی ایک بہت بڑا سا ڈھول، اس کی آواز ایک دو میل سے بھی زیادہ دور تک جاتی تھی۔ اس زمانہ میں ڈھول بجا کر حکومت کی طرف سے کسی بات کا اعلان ہوتا تھا تو اس اونٹ کو دیکھ کر کچھ بچوں نے تالیاں بجائیں اور اپنے مخصوص انداز سے اونٹ کو منہ چڑایا تو اونٹ نے کہا کہ تمہاری چھوٹی چھوٹی تالیوں کی آواز مجھے کیا مرعوب کرسکتی ہے جبکہ میری پیٹھ پر تو نقارہ بجتا ہے جس کی آواز دو تین میل دور تک جاتی ہے۔

ایسے ہی جس کے قلب پر قیامت کی ہولناکیاں غالب ہوں، اللہ تعالیٰ کے حساب اور قیامت کے خوف اور جہنم کی آگ پیشِ نظر ہو وہ لوگوں کی ان باتوں میں نہیں آتا جو کہتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے کہ بالکل ملّا معلوم ہوتے ہو، انسان کو اتنا زیادہ پرانا بھی نہیں ہونا چاہیے، تھوڑی سی ڈاڑھی چھوٹی کر لیجئے اور پاجامہ کیا اتنا اونچا کرتے ہیں اور ہاتھ میں ہر وقت تسبیح۔ ارے صاحب! دین میں اتنا زیادہ کہاں ہے، میاں! سب چلتا ہے۔ نہیں، سب نہیں چلتا، آنکھ بند ہوگی تب پتہ چلے گا کہ اب کون سا سکہ چلے گا۔

استدراج اور اس کی علامت

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زندگی گذارنے والا کبھی اللہ کا دوست نہیں بن سکتا چاہے ہوا میں اڑ کر دکھا دے، یہ کرامت نہیں ہے، اس کا نام استدراج ہے، شریعت وسنت کے خلاف چلنے کے باوجود اگر کوئی چیز ایسی معلوم ہوتی ہے جو بظاہر کرامت لگتی ہے تو وہ کرامت نہیں ہے، اس کا نام استدراج ہے اور استدراج جس کو ہوتا ہے اس کو اپنے استدراج ہونے کا علم نہیں ہوتا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

(سورۃ القلم، آیت ۴۴)

میں جس کو ڈھیل دیتا ہوں، اس کو اپنی ڈھیل کا علم نہیں ہوتا، چنانچہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ تبلیغ کے کام میں لوگ جوق در جوق آرہے ہیں، ایسا تو نہیں کہ یہ خدا کی طرف سے میرے لئے استدراج ہو اور میں کسی فتنہ میں مبتلا ہو رہا ہوں؟ تو حضرت مفتی صاحب نے جواب دیا کہ اگر آپ کو استدراج ہوتا تو اندیشۂ استدراج

نہ ہوتا، یہ خوفِ استدراج دلیل ہے کہ آپ استدراج سے محفوظ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ لَا يَعۡلَمُوۡنَ کیونکہ جن کو ہم استدراج میں مبتلا کرتے ہیں ان کو اس استدراج کا علم نہیں ہوتا جبکہ آپ کو اس کا اندیشہ ہورہا ہے، آپ کو اس کا خوف ہے، اور جس کو اللہ ڈھیل دیتا ہے اس کو استدراج کا خوف نہیں ہوتا، یہ خوف علامت ہے کہ آپ استدراج سے محفوظ ہیں۔ خوف اور اُمید کے درمیان میں جینا اولیاء اللہ کی خاص شان ہے۔ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ۔

اللہ کا محبوب بندہ بنانے والی پانچ صفات

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں صحابہ کی پانچ صفات بیان کی ہیں، جس میں یہ پانچ صفات پیدا ہوجائیں تو سمجھ لو کہ اللہ کو اس سے محبت ہے:

اللہ کا محبوب بندہ بنانے والی پہلی صفت

صفت نمبر ایک: اس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوجائے۔

اب اللہ کو ہم سے محبت ہے اس کا پتہ چلانا تو مشکل ہے، ہم پر کوئی وحی تھوڑی نازل ہوگی، لہٰذا جس کو اللہ سے محبت ہونے لگے سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے محبت ہے کیونکہ اگر ان کو ہم سے محبت نہ ہوتی تو ہم بھی ان سے ہرگز محبت نہیں کرسکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں مَنۡ يَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَسَوۡفَ يَاۡتِي اللّٰهُ بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗ علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ اِنَّهُمۡ يُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ بِفَيۡضَانِ مَحَبَّةِ رَبِّهِمۡ تم لوگ کیا محبت کروگے، یہ تو ہم تم سے محبت کرتے ہیں، پہلے ہم محبت کرتے ہیں، پھر ہماری محبت کی مہربانی سے تم ہم سے محبت کرتے ہو۔ سبحان اللہ! اس کے بعد

جب حق تعالیٰ کی محبت کے فیض سے خود اس کے اندر مولیٰ کے عشق کا چراغ جل جائے گا تو اپنے پالنے والے سے ملاقات کے بہانے ڈھونڈے گا، مسجد میں جماعت کی نماز کے لئے فکر مند رہے گا۔

دن میں سو سو بار واں جانا مجھے
اس پہ سودائی کہے یا کوئی دیوانہ مجھے

جب دل میں کسی اللہ والے سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھے گا تو دن میں سو سو بار اس کے گھر کے چکر لگائے گا چاہے ساری دنیا اسے پاگل کہے اس کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ بس اپنے اللہ کو خوش کرنا ہے، بندوں کو خوش کر کے کیا ملے گا اور جو اللہ کو خوش کرتا ہے اس کا انعام یہ ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں اس کی عزت ڈال دیتے ہیں، اگر چند دن کوئی کیچڑ اچھال دے لیکن یہ ظلم کے چراغ چند دن جلتے ہیں، آخر میں آسمان کی طرف تھوکنے والوں کا تھوک ان کے اپنے چہرہ پر نظر آتا ہے، یہ آخر میں پتہ چلتا ہے، شروع شروع میں تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہمت والا اور باکمال ہے، دیکھو! آسمان پر تھوک رہا ہے، سورج پر تھوک رہا ہے، یہ بہت قابل آدمی ہے لیکن بعد میں دیکھیں گے کہ اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ان کے چہرے پر ان ہی کا تھوک پڑا ہوگا۔ اس لئے مولانا رومی فرماتے ہیں۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

چاہے ساری دنیا آندھی بن جائے لیکن اللہ کے مقبول بندوں کا چراغ کبھی فنا نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مقبولین میں شامل فرمالے، اللہ تعالیٰ ہم سب سے راضی ہوجائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں اور عاشقوں کی پانچ علامات بیان کی ہیں۔ اگر کسی کی کوئی ایک علامت بھی کمزور ہو تو وہ اپنے

کان کھڑے کرلے، ہوشیار ہوجائے، اگر اللہ تعالیٰ کی محبت میں کوئی کمی رہ گئی تو اس کی تکمیل کرے۔

اللہ کا محبوب بندہ بنانے والی دوسری صفت

صفت نمبر دو: اللہ کی محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ اپنے نفس کو مٹائے، مسلمانوں کے ساتھ تواضع اختیار کرے، اپنے کو مٹانے میں اگر کمی ہے تو اس کی تکمیل کرے، اللہ سے دعا بھی کرے، بزرگوں سے پوچھے کہ میں اپنے کو کیسے مٹاؤں؟ خواجہ صاحب نے مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا۔

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجیے، مٹا دیجیے، میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

حالانکہ خواجہ صاحب خود ڈپٹی کلکٹر تھے۔ تو جس میں تواضع کی کمی ہو، فنائیت کی کمی ہو وہ اللہ سے دعا بھی کرے اور بزرگوں سے مشورہ بھی کرے اور اسی طرح اگر کسی میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مجاہدہ کی پست ہمتی ہو تو وہ بھی اللہ سے دعا کرے اور اپنے بزرگوں سے مشورہ بھی کرے۔

اللہ کا محبوب بندہ بنانے والی تیسری صفت

جو دُشمنانِ دین ہیں ان سے بغض رکھے، ان سے محبت اور دوستی کے تعلقات نہ رکھے۔ ان سے دوستی میں دین سے مرتد ہونے کا خطرہ ہے مومن کی شان یہ ہے کہ کافروں کے مقابلے میں وہ نہایت سخت ہوتے ہیں اور اللہ کے لیے ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔

اللہ کا محبوب بندہ بنانے والی چوتھی صفت

اللہ تعالیٰ نے جتنے احکام دیے ہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ

ان کو بجالانے میں سستی نہ کرے یعنی نیک اعمال اختیار کرنے میں مجاہدہ کرے اوران اعمال کو کرنے میں ہر مشقت کو برداشت کرے اور جن اعمال کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے یعنی گناہ، ان کو چھوڑنے میں سخت سے سخت تکلیف اور غم برداشت کرے کیونکہ اسی پر ولایت موقوف ہے اور گناہ چھوڑنے سے ہی خدا ملتا ہے۔

اللہ کا محبوب بندہ بنانے والی پانچویں صفت

پانچویں صفت: وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ جو دین کے معاملہ میں مخلوق کی ملامت سے ڈرتا ہو، کانپ جاتا ہو، کسی نے کچھ کہہ دیا کہ ارے! یہ کیا ہو گیا آپ کو، آپ تو بالکل ہی بدھو ہو گئے، خانقاہی ہو گئے، اچھا! گول ٹوپی بھی پہن لی۔ تو بس ڈر گئے، ارے میاں یہ کہو کہ ؎

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم
بر سرِ منبر سنائیں گے ترا فسانہ ہم
جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

دیکھو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی منڈی میں غلہ خرید رہے تھے تو شام کے عیسائیوں میں اللہ کی وحدانیت پر تقریر بھی فرما رہے تھے، مسلمان کی شان ڈرنا تھوڑی ہے۔ ایسے وقت میں جگر مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا پیارا شعر یاد آتا ہے ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگرؔ
وہ مجھ پہ چھا گئے، میں زمانے پہ چھا گیا

تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ کی تفسیر میں لکھتے ہیں اَیْ لُطْفُهٗ وَاِحْسَانُهٗ یعنی یہ اللہ کی مہربانی ہے، اس کا احسان ہے، جس کو یہ پانچ نعمتیں حاصل ہو گئی ہیں وہ انہیں اپنا ذاتی کمال نہ سمجھے۔ آگے ہے يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

یعنی اللہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے یعنی تم اللہ کی نعمتوں کو اپنی شان استقلال مت سمجھنا بلکہ انہیں مستعار سمجھو، یہ اللہ کی عطا ہے اور ڈرتے رہو کہ میری کسی خطا پر یہ نعمت واپس نہ لے لی جائے، جس شخص کو اپنی خطا پر خوف نہ ہو اور عطا کے چھن جانے کا اندیشہ نہ ہو اس کا مطلب ہے کہ اس کا ایمان صحیح نہیں ہے، بزرگوں کی بڑی علامت یہی ہے کہ وہ ہر وقت ڈرتے ہیں کہ اللہ کی عطا کہیں ہم سے چھن نہ جائے۔ لہٰذا تم ان نعمتوں کو مستقل مت سمجھنا۔ اس لئے ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ کی تفسیر مفسرین نے یہی لکھی ہے کہ اللہ کی نعمتیں بندوں کی ذاتی استقلالی نہیں ہیں بلکہ مستعاری ہیں، اللہ کی عطا کی ہوئی ہیں، اللہ کی طرف سے بھیک ہیں۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ کی تفسیر

آگے ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ۔ اب ان دو الفاظ کی تفسیر سن لیجئے۔ بس آج کی مجلس اسی آیت پر ختم ہو رہی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ وَاسِعٌ کے معنی لکھتے ہیں كَثِيۡرُ الۡفَضۡلِ وَ لَا يَخَافُ نَفَادَ مَا عِنۡدَهٗ یعنی وَاسِعٌ اس کو کہتے ہیں جس کو اپنے خزانوں کے ختم ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ سبحان اللہ! یہ ہیں حضرات، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند سے بلند فرمائے۔ فرماتے ہیں كَثِيۡرُ الۡفَضۡلِ وَلَا يَخَافُ نَفَادَ مَا عِنۡدَهٗ یعنی اللہ اتنا فضل والا ہے کہ اس کو کبھی اپنے خزانوں کے ختم ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا کہ اگر میں اپنی مہربانیوں کا خزانہ دے دوں گا تو میرا خزانہ ہی ختم نہ ہو جائے۔ لَا يَخَافُ نَفَادَ نہیں ڈرتا ہے وہ ختم ہونے سے نَفَادَ معنی ختم ہونا لَا يَخَافُ نَفَادَ مَا عِنۡدَهٗ اللہ تعالیٰ کو اپنے خزانے کے ختم ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا، یہ تو وَاسِعٌ کی تفسیر ہوگئی اور عَلِيۡمٌ کی تفسیر کیا ہے؟ عَلِيۡمٌ بِاَهۡلِهٖ وَ بِمَحَلِّهٖ یعنی اللہ بہتر جانتا ہے کہ میری پانچوں نعمتوں کے اہل کون ہیں اور کس کو دینا چاہیے، اُن کا محبّ کون ہے، یہ اللہ سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے،

عَلِیْمٌ بِأَھْلِہٖ وَ بِمَحَلِّہٖ یعنی عَلِیْمٌ بِأَھْلِ فَضْلِہٖ وَعَلِیْمٌ بِمَحَلِّ فَضْلِہٖ یعنی جو محلِ فضل ہے، جن کو یہ فضل دینا چاہیے، کس پر کیا فضل کرنا چاہیے اس کے لئے اللہ کا علم کافی ہے، اللہ ہی جانتے ہیں کہ کون اس کا اہل ہے اور کون اس کا محل ہے مگر ہم تو یہی کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہم تو نااہل ہیں اور ہم اس کے محل بھی نہیں ہیں مگر آپ کریم ہیں اور کریم کے معنی ہیں جو نااہل پر فضل کردے، یااللہ! ہم نااہلوں پر فضل فرمادے۔ یعنی ہمیں اہلیت دے دیجئے، سبحان اللہ! اور اللہ کو ان کے اسم کریم کا واسطہ دینا یہ بھی اللہ ہی کا فضل ہے ورنہ یہ باتیں بھی سمجھ میں نہیں آتیں۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدِ ِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْکَرِیْمُ اے اللہ! ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم اپنی نالائقیوں سے، اپنے گناہوں سے، اپنی خطاؤں سے ان پانچوں نعمتوں کے قابل نہیں، ہم نااہل ہیں اگر آپ کی شان کریم نہ ہوتی، اگر آپ کریم نہ ہوتے تو ہم نااہلوں کا کہیں ٹھکانہ نہ ہوتا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر اے اللہ! لاکھوں رحمتیں نازل فرما کہ جنہوں نے آپ کے اس نام پاک یعنی کریم کی ایسی تشریح کردی کہ گنہگاروں کو آپ سے امید ہوگئی کہ آپ وہ کریم ہیں جو نالائقوں پر فضل کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے نام کریم کی ثناء کرنے کا واسطہ دیتے ہیں کہ ہم سب نااہلوں پر فضل کردیجئے، ہمیں اہلیت، استعداد اور صلاحیت عطا فرمادے، صحابہ کرام کی شان میں جو پانچوں نعمتیں بیان ہوئی ہیں اپنی رحمت سے ہمیں وہ بھی عطا فرمایئے، یعنی آپ اپنی محبت عطا فرمایئے اور اس محبت کے صدقہ میں ہم سب کو اپنی محبت کی توفیق نصیب فرمایئے، اور ہمیں فنائیتِ کاملہ یعنی اپنے نفس کو مٹانے کی توفیق نصیب فرمایئے، اپنے دشمنوں پر سخت فرمایئے، ہمیں اپنی راہ میں مجاہدۂ عظیم کرنے کی توفیق عطا فرمایئے، آپ کے دشمنوں سے قتال کے لئے اور نیک اعمال کے لئے اور گناہوں کو چھوڑنے

کے لئے توفیقِ جہاد نصیب فرمائیے اور وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ مخلوق کے خوف سے ہمارے دلوں کو خالی فرمائیے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَآ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

متفرق ملفوظات

جو تقویٰ سے رہتا ہے وہ ہمیشہ امن میں ہوتا ہے

دعا کرو کہ یہ بات میرے دل میں بھی اُتر جائے، جب میں آپ کو خطاب کرتا ہوں اور تقریر کرتا ہوں تو اختر اوّلاً اپنے نفس کو خطاب کرتا ہے کہ اے ظالم نفس! تُو بھی ارادہ کرلے اور آپ میرے احباب ہونے کی حیثیت سے ارادہ کریں، جب دوست ایک کام کرے تو دوسرے دوست بھی اس میں شامل ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر ایک دوست بریانی کھا رہا ہو تو سب دوست آجاتے ہیں یا نہیں؟ جب میں تقویٰ کی بریانی کھا رہا ہوں اور آپ کو دعوت دے رہا ہوں تو آپ میرے ساتھ شریک ہوجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے ولی بن جاؤ، اللہ تعالیٰ کے ولی بننے میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ دنیا میں بھی آپ چین سے رہیں گے اور آخرت میں بھی، دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت اور سلامتی کا ذمہ دار ہوگا۔ کوئی اپنے دوست کو رائیگاں نہیں کرتا تو مولائے کریم اپنے دوست کو کیسے رائیگاں کرے گا بس شرط ہے کہ تقویٰ سے رہیں۔ جب کوئی مصیبت آئے تو ڈر جاؤ کہ کہیں کسی گناہ کی سزا نہ ملی ہو۔

یہ اعمالِ بد کی ہے پاداش ورنہ
کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں

اگر شیر کو دیکھو کہ ہل جوت رہا ہے، کسان اس کو ڈنڈے سے مار رہا ہے تو سمجھ لو اس شیر نے کہیں جرم کیا ہے۔

اللہ سے ڈر کے رہو تو ان شاء اللہ عافیت سے رہو گے۔

((مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ......سَارَ فِيْ بِلَادِهٖ اٰمِنًا))

(الجامع الصغیر للسیوطی، الجزء الثانی، ص:۱۵۸)

جو اللہ سے ڈر کر رہے گا اور گناہوں سے بچے گا، اگر گناہ ہو جائے تو توبہ میں دیر نہ کرے۔ مستغفر بھی متقی ہے، جو اللہ سے معافی مانگ لیتا ہے تو سَارَ اٰمِنًا سارے عالم میں جہاں بھی جائے گا امن سے رہے گا خواہ سمندر میں ہو یا ہواؤں میں ہو، زمین پر ہو یا دامنِ کوہ میں ہو، سکوتِ صحرا میں ہو یا لبِ دریا ہو، جہاں بھی ہو گا امن اور سکون سے ہو گا۔

گناہ کی دو علامات

آپ کو ''کنز الدقائق'' پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، یہی فارمولا اور تھرمامیٹر رکھ لو۔ جب کوئی عمل کرو تو اپنے دل سے پوچھ لو کہ یہ عمل اچھا ہے یا بُرا ہے، آپ کا دل بتا دے گا، کیونکہ گناہ کی دو علامت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرما دی کہ گناہ کی دو نشانی ہیں: نمبر ایک:

((اَلْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ))

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأداب، باب الرفق والحیاء)

گناہ کی حقیقت یہ ہے کہ تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو جائے، تردّد پیدا ہو جائے کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ اس پر میرا عجیب و غریب شعر ہے ؎

پس سمجھ لو نا مناسب وہ عمل ہے اے پسر
جس عمل سے قبل ہو محسوس دل میں کچھ کھٹک

کسی گناہ سے گنہگار خود مطمئن نہیں ہوتا، اسی لیے گناہ کے بعد وہ شرمندگی میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ شرمندہ ہونا ہی دلیل ہے کہ اس سے گناہ ہوگیا۔کوئی آدمی نیک کام کرکے کبھی شرمندہ نہیں ہوتا۔نماز پڑھنے سے، تلاوت کرنے سے، کسی اللہ والے سے ملاقات کرنے سے، عمرہ و حج کرنے سے کسی کو شرمندگی ہوتی ہے؟ تو شرمندگی کا ہونا اور دل میں کھٹک کا پیدا ہوجانا، یہ پہلی علامت ہے۔ اور دوسری علامت کیا ہے:

((وَ كَرِهْتَ أَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ))

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الرفق والحیاء)

اور تم کو یہ بات ناگوار ہو کہ کوئی اس گناہ کے بارے میں جان نہ لے، ہر طرف دیکھ رہا ہے، کوئی دیکھ نہ لے۔اور دیکھنے سے کیوں بچ رہا ہے کہ کوئی جان نہ جائے، اصل تو یہی ہے کہ جان نہ جائے۔ دیکھنے سے اپنے گناہ کو کیوں چھپا رہا ہے کہ وہ جان جائے گا کہ صورت ہم چنیں اور عمل ہم چناں۔

تینوں اطراف سے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا واجب ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو علامت بتادی جو عمل بھی آپ کریں گے ان شاء اللہ ان دو علامت سے اس کا خروج نہیں ہوگا۔ ہر گناہ کے لیے دو علامت لازم ہے، چاہے صورت کا بگاڑ ہو یا سیرت کا۔سنت کے خلاف جب صورت اختیار کرتا ہے اس کا دل اندر سے ملامت کرتا ہے کہ میں کیوں ڈاڑھی منڈا رہا ہوں؟ کیوں کٹا رہا ہوں؟ منڈانا بھی حرام ہے اور کٹانا بھی حرام ہے۔ پھر کتنی رکھنا واجب ہے؟ ایک مٹھی سامنے سے اور ایک مٹھی سیدھے ہاتھ کی طرف اور ایک مٹھی بائیں ہاتھ کی طرف رکھنا واجب ہے۔ جب ڈاڑھی اپنی ایک مٹھی سے

زائد ہو جائے تو آپ بے شک ایک مٹھی سے زائد بال کٹوالیں۔

ریش بچہ کاٹنا بھی حرام ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ ایک مٹھی کے بعد کاٹ دیا کرتے تھے۔ بڑے پیر صاحب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ ایک مٹھی کے بعد کاٹ لیا کرتے تھے۔ جیسے مکانات کی پلاٹنگ (Plotting) جب ہوتی ہے تو اُس کے لیے اس پلاٹ پر کوئی تحریر لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ یہ پلاٹ فلاں شیخ صاحب کے نام ہو گیا، کے ڈی کا افسر اعلیٰ اگر پتھر لگا دے اس کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہماری صورت کے افسر اعلیٰ ہیں۔ ہمارے چہرے کی پلاٹنگ میں وہ سب سے بڑے افسر اعلیٰ ہیں۔ انہوں نے اپنی مٹھی سے پلاٹنگ کر دی کہ ایک مٹھی کے بعد کاٹ سکتے ہو اور ''ریش بچہ'' یعنی ڈاڑھی کا بچہ بھی کاٹنا حرام ہے۔ یہ بچہ ہی رہتا ہے۔ چاہے آپ ستر سال کے ہو جائیں یہ بچہ ہی ہے۔ ریش بچہ اس کا نام ہے یعنی بچۂ ریش ''ڈاڑھی کا بچہ''۔ اگر یہ منہ میں گھستا ہے تو تیل لگا کے نیچے لٹکا دو۔ اگر بچہ نادانی سے باپ کے منہ میں انگلی ڈال دے تو آپ اس کی انگلی نہیں کاٹیں گے۔ سمجھائیں گے کہ بیٹے! باپ کے منہ میں انگلی نہیں ڈالتے، اپنے منہ میں انگلی نہیں ڈالتے جبکہ منہ بھی تمہارا انگلی بھی تمہاری اور تم اپنے باپ کے منہ میں انگلی ڈالتے ہو؟

مؤمن کی شان کیا ہونی چاہیے؟

دل کھٹکتا ہے کہ یا اللہ! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ڈاڑھی رکھی اور ہم یہ کیا کر رہے ہیں کہ آپ کی شکل کے خلاف جا رہے ہیں؟ اور سکھ اپنے گرونانک کے لیے جان دے رہا ہے، ڈاڑھی رکھتا ہے، پگڑی باندھتا ہے،

باطل کافر اپنے پیشواؤں پر جان دے رہا ہے اور کہیں بھی جائے امریکہ جائے، ریل میں اکیلا چاہے بیٹھا ہو، ہزاروں آدمی ریل میں سب ڈاڑھی منڈائے ہوں مگر کسی سکھ کو آپ نہیں دیکھیں گے کہ وہ احساسِ کمتری میں ہو اور کہے بھئی! کیا کریں مجبوری ہے، سب کے سب دیکھو ایسے ہیں۔ انڈیا میں بعض شہروں میں ایک یا دو سکھوں کے گھر ہیں مگر وہی ڈاڑھی پگڑی کے ساتھ دندناتے ہیں۔ ان سے ہم سب کو سبق لینا چاہیے۔ اکثریت مت دیکھو کہ صاحب اکثریت ڈاڑھی نہیں رکھتی، اس لیے ہمت نہیں ہوتی۔ سورج کہیں ستاروں کی اکثریت دیکھتا ہے؟ مؤمن کی شان بھی یہی ہے کہ اپنے ایمان کی آب و تاب سے سارے عالَم کو کالعدم کر دے۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کی منڈی میں غلّہ خرید رہے تھے۔ عیسائیوں کا ملک تھا۔ وہی ڈاڑھی، وہی صحابہ کا لباس اور وہاں بھی شام کے بازار میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمتِ رسالت بیان فرما رہے تھے۔ ایمان یہ ہے۔ ایمان کافر کی کھوپڑی پر بھی گنگناتا ہے اور دندناتا ہے اور ٹن ٹناتا ہے۔ یہ نہیں کہ لندن جا کر بھول گئے، موم کی موم بتیاں دیکھ کر اپنی بتی بھول گئے۔

گناہوں کا کرنا مشکل اور چھوڑنا نہایت آسان ہے

اور پائجامہ اور لنگی ٹخنے سے اوپر کرنا کیا مشکل ہے؟ اگر سردی ہے گرم موزہ پہن لو، گرمی ہے ٹھنڈا موزہ پہن لو۔ شریعت کا سب کام آسان ہے، اُس کا خلاف مشکل ہے۔ نظر کی حفاظت کتنی آسان ہے کہ نہ دیکھو، بے خبر رہو کہ یہ کیسے ہیں یا کیسی ہے؟ ان حسین چہروں سے بے خبر رہنا آسان ہے یا

باخبر رہنا آسان ہے؟ کیونکہ جب باخبر ہوجاؤ گے تو ان کی صورت کی ڈیزائن آپ کو رام نرائن کردے گی، پریشان رہو گے، ان کو ریزائن (Resign) دینا مشکل ہوجائے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ کہیں میرے بندے کی ایسی شکل پر نظر نہ پڑ جائے کہ اُس ڈیزائن کو ریزائن کرنا مشکل ہوجائے اور ان کے دل کا قبلہ بدل جائے، نماز میں میرے سامنے کھڑے ہوں مگر دل اُسی کی یاد میں لگا ہوا ہو تب کیا ہوگا؟ اور نظر ڈالنا ایک کام ہے تو جب اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ کام نہ کرو تو کام نہ کرکے آرام سے کیوں نہیں رہتے ہو؟ جب اللہ تعالیٰ ہمیں آرام دے رہے ہیں، اپنے دل کو بے چین کرنا کیسے جائز ہوجائے گا؟ کسی مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے یا نہیں؟ اور یہ نظر مارنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ جو اپنے دل کو تکلیف دے رہا ہے۔ کتنی بڑی بات بتا رہا ہوں۔ مسلمان کو تکلیف دینا حرام اور جو نظروں سے کسی حسین کو یا حسینہ کو دیکھتا ہے وہ بھی تو اپنے دل میں تکلیف محسوس کرتا ہے کہ کاش! میری بیوی اسی طرح کی ہوتی۔ شیطان سڑکوں والی پر مسمریزم کرتا ہے اور اپنی بیوی کو کمتر دکھاتا ہے۔ اس لیے حلال کی چٹنی روٹی کو بھی حرام کی بریانیوں سے بہتر سمجھو کیونکہ حلال حلال ہے، اللہ اس سے راضی ہے اور حرام حرام ہے اللہ اس سے ناراض ہے۔ اللہ کو ناراض کرکے دل گندہ ہوجائے گا۔ اس کا دل پراگندہ اور وہ ہر وقت افگندہ رہے گا۔

مؤمن کی سب سے منحوس گھڑی

اس لیے بتا رہا ہوں کہ جو سانس اللہ کی نافرمانی میں گزرتی ہے، مؤمن کی اُس سانس سے بڑھ کر کوئی منحوس اور بُری گھڑی نہیں ہے جس گھڑی میں یہ اللہ کو ناراض کرکے حرام لذت کو امپورٹ کرتا ہے اور اس کے چہرے پر دیکھ لو

کہ جھاڑو پھر رہا ہوگا۔ سرورِ عالم ﷺ کی بد دعا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے یہ آنکھوں کا زنا ہے اور لعنت ہے اللہ تعالیٰ کی ایسے بندوں پر جو دوسرے کی بہو بیٹیوں کو دیکھتے ہیں یا بے ریش لڑکوں کو دیکھتے ہیں، یہ لعنت ہر نظر باز پر ہے تو لعنتی چہرے پر نور کا مشاہدہ کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ شرط لگادی کہ اے احمقو! اور گدھو! میری نافرمانی میں لذتِ حرام کے ڈھونڈنے میں اپنی زندگی کو تلخئ حرام سے وابستہ کرنے والو! اور زندگی کو مصیبت زدہ کرنے والو! تم میرے اس فرمان کہ بالطف زندگی میرے ہاتھ میں ہے، کے نازل کرنے کے باوجود تم اس آیت کو کیوں بھول جاتے ہو۔ مجھ آسمان والے کو خوش کرو۔ زمین آسمان والے کے تابع ہے۔ زمین پر وہی چین سے رہے گا جو آسمان والے کو خوش رکھے گا۔ شامی کباب اور بریانی اور پلاؤ اور اس کی خوشبو سے مستیاں اور گول گول بوٹیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کے کھانا، یہ سب نعمتیں تو کھاؤ لیکن یہ دل لگانے کے لئے نہیں ہیں کیونکہ

صبح دم در لیٹرین
سخت بدبو می آید

لیٹرین میں اُسی سے کیوں بدبودار مال نکال رہے ہو؟

معلوم ہوا کہ نعمت تو کھاؤ مگر نعمت سے دل نہ لگاؤ، دل نعمت دینے والے سے لگاؤ۔ نعمت برائے شکر ہے، برائے ذکر نہیں ہے۔ برائے ذکر صرف اور صرف نعمت دینے والی ذات ہے:

﴿فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۲)

شکر بعد میں ہے۔

بدنظری سے دل کا قبلہ بدل جاتا ہے

دوستو! یہ عرض کررہا ہوں کہ زندگی کا مزہ اگر لینا چاہتے ہو تو ناف کے نیچے نہیں ہے، گٹر لائنوں میں، اللہ کے غضب اور قہر کے اعمال میں نہیں ہے۔ بعض لوگ اس نظر کے معاملے کو معمولی گناہ سمجھتے ہیں، یہ بے وقوف لوگ ہیں، ان کی عقل میں نور نہیں ہے، سارے گناہ کی جڑ بدنظری ہے۔ وہیں سے دل غیراللہ میں پھنستا ہے، مولیٰ وہیں سے چھوٹتا ہے۔ بدنظری کا نقطۂ آغاز اور زیرو پوائنٹ ہی سے پینٹ اُترتی ہے۔ اتنی خبیث بیماری جس کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آنکھوں کا زنا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے فرمایئے کہ نظر کی حفاظت کریں کیونکہ اس سے قبلہ بدل جاتا ہے۔ لاکھ کہو کہ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف مگر رُخ تو رہے گا کعبہ شریف کی طرف دل کہیں اور رہے گا۔

اللہ والوں کا مقام

توبہ اور استغفار کرلو اور کسی خانقاہ میں، کسی اللہ والے کے پاس توبہ کرلو۔ یہ حدیث بخاری شریف کی ہے کہ سو قتل کے مجرم کو حکم ہوا کہ ہم تمہارا سو قتل معاف کردیں گے اور جو وارثین ہیں ان سے معافی بھی دلادیں گے کیونکہ موقع نہیں ہے، اس قابل نہیں ہے کہ وہ دیت دے سکے اور مرنے کا زمانہ قریب ہے تو جہاں اللہ والے جس بستی میں رہتے ہیں اس زمین پر تم جاکر معافی مانگ لو۔ اس بخاری شریف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ والے کتنے قیمتی اور وی آئی پی شخصیات ہیں جن کی دعاؤں کا اور ان کی آہ وفغاں کا اور خود اُن کی قیمت کا کیا عالم ہے؟ اس کو تو ابھی رہنے دو۔ صرف اس زمین کی قیمت دیکھو کہ

جہاں وہ رہتے ہیں۔اس زمین کو ہم یہ قیمت دیتے ہیں کہ سوقتل کے مجرم کی معافی اور مغفرت کا ہیڈکوارٹر اور مرکز بناتے ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ سوقتل کی توبہ کہاں کرو؟ جہاں میرے بندے، نیک صالحین، اللہ والے، باوفا رہتے ہیں، باوفا کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ بھی بتا رہا ہوں، آدمی اپنے دوستوں سے بھی کہتا ہے کہ میرا ایک دوست پچیس سال کا آزمایا ہوا ہے، باوفا ہے۔ بندۂ باوفا کی قیمت یہ ہے کہ سوقتل معاف کیا جارہا ہے، کیا جہاں سوقتل کیا تھا، وہاں اللہ معاف نہیں کرسکتا تھا؟ وہاں مغفرت کی طاقت نہیں تھی؟ مغفرت کی طاقت تھی۔صفتِ مغفرت کا وجود تھا مگر ظہور کے لیے فرمایا کہ وہاں جاؤ ورنہ میرے اندر کوئی خوبی ایسی نہیں ہے جو کسی وقت ہو، کسی وقت نہ ہو، ہر وقت میری خوبیاں میرے پاس ہیں مگر ظہور کے لیے جاؤ میرے عاشقوں کی زمین پر، اوران سے بھی کچھ نہ کہو۔اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ ان اللہ والوں سے جا کر درخواست کرو، بخاری شریف کی اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ تم جا کر ان اللہ والوں سے اپنے استغفار، اپنی مغفرت، اپنی توبہ، اپنی نجات کے لیے درخواست کرو، کچھ نہیں۔ بس تم اس زمین پر قدم رکھ لو جس زمین پر ان کے آنسو گرے ہیں، جس زمین پر ان کے سجدے ہوئے ہیں، جس زمین پر انہوں نے اپنی وفاداری اور خونِ آرزو کیا ہے جنہوں نے ہمیں ناراض کر کے حرام لذت سے کمینے پن کا ثبوت نہیں پیش کیا ہے، جنہوں نے ہمارے راستے میں ناراضگی اور غضب اور قہر کے اعمال سے حرام مزے نہیں لوٹے ہیں، یہ وہ بندے ہیں جنہوں نے خونِ آرزو کیا ہے، اپنی خوشیوں کا خون کیا ہے، جان دے دی، خوشیوں کا خون کردیا اور خون بھی ایک گلاس نہیں، ایک صراحی نہیں، ایک مٹکا نہیں، ایک حوض نہیں، ایک نہر نہیں، ایک دریا نہیں، خونِ آرزو کا سمندر سینہ میں رکھتے ہیں، ہر وقت ان کے سامنے

سارا عالَم اگرچہ حسینوں سے بھرا ہوا ہے، مگر مجال نہیں ہے کہ وہ نظر ڈال کر حرام لذت کو کشید کریں، چشید کریں اور دید و شنید کریں۔ اس خونِ آرزو کا انعام یہ ہے، ان کی اس وفاداری کا انعام یہ ہے کہ جس زمین پر ان کے آنسو گرتے ہیں، جس زمین پر ان کے سجدے ہوتے ہیں، جس زمین پر ان کے قدم چلتے ہیں، ان عاشقانِ باوفا کے صدقہ میں، اس زمین پر اے شخص تو پہنچ جا! یہاں بھی تیرے سو قتل کو میں معاف کرسکتا ہوں، جہاں تو نے قتل کیا ہے مگر اس رحمت کا ظہور وہیں کروں گا جہاں میرے باوفا بندے رہتے ہیں، میری اس رحمت و مغفرت کا ظہور وہاں ہوگا اور کوئی درخواست کا بھی اس میں حکم نہیں ہے۔ اس بخاری شریف کی حدیث میں درخواست بھی نہیں ہے کہ جا کر ان اللہ والوں سے تم دعا کراؤ، کچھ نہیں۔

توبہ کا عظیم الشان آسان ترین راستہ۔ علمِ عظیم

بس جہاں میرے عاشقین اور باوفا اور خونِ آرزو کرنے والے اور زخمِ حسرت کھانے والے اور ہر لمحۂ حیات اپنی جان کو مجھ پر فدا رکھنے والے ہیں، ان فداکاروں اور ان وفاداروں کی سرزمین پر تم قدم رکھ لو بس! تمہاری توبہ قبول ہوجائے گی۔ اس لیے جب کبھی کسی اللہ والے کے ہاں جانا ہو، حاضری کا شرف ہو، موقع مل جائے تو دو رکعت توبہ پڑھ کر وہاں اللہ سے معافی مانگ لو کہ اے اللہ! بخاری شریف کی حدیث کے مطابق ہم ایک اللہ والے کی سرزمین پر آئے ہیں اور اس زمین پر ان کی وفاداری، ان کے آنسو، ان کے سجدے اور ان کی حیاتِ باوفا اس زمین پر ہے جس طرح بخاری شریف کی حدیث میں ان اللہ والوں کی برکت سے آپ نے سو قتل معاف کردیا، ہمارے بھی سارے جرائم معاف کردیجیے۔ یہ آپ کو مغفرت اور توبہ کا عظیم شارٹ کٹ راستہ، عظیم الشان راستہ،

نہایت مجرب راستہ بتا رہا ہوں۔ اللہ کی رحمت خالی اسی مجرم کے لیے نہیں تھی۔ اگر صرف اس مجرم کے لیے ہوتی تو بخاری شریف میں پیغمبر علیہ السلام، قیامت تک جس کی نبوت ہے، قیامت تک جس کی نبوت اب مسلم ہے تو وہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس حدیث کو بیان نہ کرتے۔ اگر بیان کرتے تو کہتے بھئی! یہ اسی زمانے کے لیے خاص ہے، آپ کا بیان، فرمانِ مطلق، بلا کسی قید کے، یہی دلیل ہے کہ قیامت تک اللہ کی رحمت اور مغفرت کا ظہور اللہ والوں کی زمین پر ہوتا رہے گا کیونکہ آپ کا پیغامِ نبوت ہے اور آپ قیامت تک کے لیے نبی ہیں۔ بتاؤ! یہ کیسی دلیل ہے؟ عجیب و غریب مضمون ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کا زبانِ نبوت سے اس رحمت اور فضل اور اس بشارت کا ظاہر فرمانا، بیان فرمانا یہ ثبوت قیامت تک عام اس لیے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیامت تک کے لیے نبی ہیں، اب کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔

صحبتِ شیخ میں نیت کی درستگی

اس لئے یہ بات کہتا ہوں کہ شیخ کے پاس علم میں اضافہ کی نیت لے کر نہ جاؤ، علم میں اضافے کے لیے مجھ سے مضمون مت سنا کرو۔ میرے دردِ دل کو سنو! تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں باعمل کردے، باوفا کردے، حیاتِ باوفا عطا کردے، حیاتِ دوستاں دے دے، اس نیت سے بیٹھو۔ یہ بات ابھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ سرزمینِ صالحین پر معافی خاص اُسی قاتل کے لئے نہیں تھی بلکہ قیامت تک کے لئے عام ہے کیونکہ خاتم الانبیاء پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانِ مبارک سے حدیثِ قدسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت قیامت تک باقی رہے گی، اب کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشان ست

خم و خمخانہ با مہر ونشان ست

حق تعالیٰ کی طرف سے ابرِ رحمت کی اب بھی بارش ہورہی ہے اور محبت ومعرفت کی تمام نعمتیں اب بھی سر بہ مہر پیش ہورہی ہیں۔ اختر اس عطائے آسمانی کو دردِ دل کے ساتھ اس طرح عرض کرتا ہے ؎

ہاں وہ درِ میخانہ تو کھلتا ہے آج بھی

پیمانۂ رحمت تو چھلکتا ہے آج بھی

وہ درد جو ارواح کی کلیوں کو ملا تھا

ہر چاک گریباں سے مہکتا ہے آج بھی

وہ جامِ محبت ترا نایاب نہیں ہے

سینوں سے اہل درد کے ملتا ہے آج بھی

اخترؔ ہماری درد پسندی کی انتہا

ہے وصل مگر دل تو تڑپتا ہے آج بھی

محبوب کا لباس بھی محبوب ہوتا ہے

اب آپ لوگوں کو اس خانقاہی گول ٹوپی کے بارے میں ایک بات بتاتا ہوں کہ کراچی کے ایک بڑے تاجر خانقاہی ٹوپی میں برطانیہ کی ایک مسجد میں داخل ہوئے، ٹوپی دیکھتے ہی ایک شخص نے کہا کہ کیا آپ کراچی میں خانقاہ گلشن اقبال سے تعلق رکھتے ہیں؟ مسجدِ نبوی مدینہ شریف میں ایک شخص کی گول ٹوپی دیکھی، وہاں بھی لوگوں نے کہا کہ آپ کا تعلق گلشن اقبال کراچی سے ہے۔ کچھ علامتیں بھی ہوتی ہیں۔ بلبل کے سر پر اتنا سا کچھ نکلا ہوا ہوتا ہے تو کچھ اللہ کے بلبل ہیں، اللہ کے عاشق ہیں، ہم اپنے بزرگوں کی نقل کرتے ہیں، مگر اس کو واجب نہیں کہتے،

شریعت میں ہم دخل نہیں دیں گے۔ ہم بہتر تو سمجھتے ہیں اور ہمارا محبوب لباس ہے کہ ہمارے بزرگوں کا لباس ہے، محبوب کا لباس بھی محبوب ہوتا ہے۔ تم اے نظر بازو! سینما دیکھ کر جب نکلتے ہو، مٹکتے ہوئے فلم ایکٹرسوں کی طرح کمر پر ہاتھ رکھ رکھ کے ویسے ہی مٹکتے ہوئے کیوں نکلتے ہو؟ تم ان کی نقل کرتے ہو، ہم اللہ کے عاشقوں کی نقل کرتے ہیں۔ نقل باز تم بھی ہو نقل باز ہم بھی ہیں لیکن ہماری نقّالی مبارک ہے کہ اللہ کے پیاروں کی نقل پر بھی فضل کی اُمید ہے اور تمہاری نقّالی دونوں جہان کا خسارہ ہے۔